

عرف اور اسلامی معاشرت (‘Urf and Islamic Economy)

* عطاء الرحمن

* اعزاز على

Abstract:

Islamic economic system is based on two fundamental pillars of Qur'an and Sunnah. The other important sources of Islamic law include *Ijmā'* (Consensus of opinions), *Qiyās* (analogical deduction) *Istiṣlāh* (Approval) and *‘Urf* (custom). Many economic and other matters are settled in the light of *‘Urf*. Keeping in view the significance of *‘Urf*, Islam maintained all of those old customs which were beneficial for the humanity. This fact is referred to in the Qur'an in 2:185 and 22:77. So it is clear that those Customs and traditions which are proven beneficial for humanity were maintained and Islam upheld its validity in order to facilitate the society. Actually every Custom is being adopted due to its burning need, and Islam is the perfect religion to meet the needs and requirements of the people. An effort has been made to define and explain *‘Urf*, its validity and impact on the economy of Islam in the following Article.

یہ بات اظہر من الشیس ہے کہ کسی بھی ملک و قوم کی ترقی و خوشحالی ایک بہترین نظام معاشرت پر مبنی ہے۔ ایک پائیدار اور مضبوط معاشری نظام کے بغیر کسی مملکت کی ترقی اور بقا کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ دور جدید کی سائنسی اور علمی ترقی نے معاشرت کے اندر ایک انقلاب برپا کر دیا ہے جس کی بدولت معاشری دوڑھوپ کی رفتار میں انتہائی تیزی آگئی ہے۔ روایتی معاشری لین دین اور طور طریقوں کی بجائے نئے طریقوں کو اپنایا جا رہا ہے جن سے ظاہریہ معلوم ہوتا ہے کہ سائنس و ٹکنالوجی کی بدولت بنی نوع انسان کی زندگی پر سکون بن گئی ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جدید ترقی کے اس دور میں سہولیات کے ساتھ ساتھ بے پناہ مسائل نے بھی جنم لیا ہے۔ حلال و حرام کی تمیز کے بغیر معاشری معاملات طے کئے جاتے ہیں۔ معاشرت کے حوالے سے آزادانہ طرز فکر اور خود ساختہ طرز عمل نے پوری دنیا کے اندر اپنی جڑیں مضبوط کر کھی ہیں اور سودی لین دین کے بغیر معاشری ترقی کو ناممکن تصور کیا جا رہا ہے۔ لیکن الحمد للہ مسلم ممالک کے علماء و انشور حضرات نے ان حالات کا بھرپور احساس کرتے

* صدر شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف ملکانہ، چکدرہ، دیر لوڑ

* پی ایچ-ڈی ریسرچ سکالر، یونیورسٹی آف ملکانہ، چکدرہ، دیر لوڑ

ہوئے علمی اور عملی میدانوں میں امت مسلمہ کی راہنمائی کی ہے اور اسلامی نظامِ میش کو اجاگر کرنے اور پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

دوسری طرف غیر اسلامی اور سرمایہ دارانہ نظامِ میش، ترقی کے تمام تر بلند بانگِ دعویٰ کے باوجود زوبہ زوال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا کے اندر بے روزگاری، مہنگائی، غربت اور معاشری عدم استحکام کا دور دورہ ہے، جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حال ہی میں عالمی سطح پر سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بڑے بڑے عوامی مظاہروں کا انعقاد کیا گیا۔ بے چینی اور مایوسی کے اس عالم میں سرمایہ کاروں اور صنعتکاروں کی ایک بڑی تعداد اسلامی بنکاری کی طرف راغب ہو رہی ہے¹ اور کئی مسلمان ممالک کے اندر غیر سودی نظامِ میش کا میابی سے چل رہا ہے جن میں سعودی عرب، متعدد عرب امارات، انڈونیشیا و مالائیشیا غیرہ قبل ذکر ہیں۔ پاکستان کے اندر بھی خیر بنک، الغلاح، المیزان، البرکتہ اور دینی اسلامی بنک کے نام سے کئی بینک کام کر رہے ہیں۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ دورِ جدید کے تقاضوں اور تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلامی میش کے اندر علمی و تحقیقی کام کو مزید و سعت دی جائے اور علمی میدانوں میں اسلامی میش کو پروان چڑھانے کی کوششوں کو تیز تر کیا جائے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ شریعت کے اندر عرف و رواج کو بھی بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب عالم میں بھی اسے بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ مثلاً رومی قوانین کی تاریخ میں بھی قانون کا اصلی مأخذ عرف و رواج ہی تھا۔ سب سے پہلے رسم و رواج کو بارہ تختیوں پر لکھا گیا²۔

عرف اور اسلام: عرف سے مراد وہ عادت اور طریقہ ہے جسکو عام طور پر قبولیت کی سند حاصل ہو جاتی ہے۔ المنجد فی اللغة میں عرف کی تعریف یوں لکھی ہے: ”العرف ضد النكر، ما استقر في النفوس من جهة شهادات العقول وتلقته الطياع السليمة بالقبول“۔ عرف، نکارت کی ضد ہے جو عقل کی گواہی سے نفوس کے اندر قرار پکڑے اور سلیم طبیعتیں اس کو قبولیت عطا کریں³۔ مصباح اللغات میں عرف کا معنی لکھا ہے۔ تسلیم کردہ بتیں۔⁴ اس کے علاوہ قرآن و حدیث اور علمائے اصول کے ہاں بھی اس کی بڑی اہمیت وارد ہوئی ہے۔

قرآن کریم میں معروف کاظم کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ بعض جگہ شرعی قاعدہ، بعض جگہ اچھائی اور بھلائی کے کام اور بعض جگہ دستور کے معنوں میں مستعمل ہے۔ سورۃ نساء کی آیت وَأَثُوْنَ أُجُورُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ⁵ کے تحت امام فخر الدین رازی (م ۶۰۳ھ) لکھتے ہیں: ”وَهَذَا نَمَاء يُطْلَقُ فِيمَا كَانَ مُبْنِيَا عَلَى الاجْتِهَادِ وَغَالِبُ الظَّنِ فِي الْمُعْتَادِ وَالْمُتَعَارِفِ“⁶ یعنی معروف کا اطلاق اجتہاد پر مبنی ہو گا اور مروجہ اور متعارف چیزوں میں غالب گمان پر ہو گا۔

اس طرح قرآن کریم کی آیت ”وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ⁷“ کے تحت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کھٹے ہیں، کہ اس پر توافق ہے کہ میاں بیوی دونوں مالد ار ہوں تو نفقہ امیرانہ اور دونوں غریب ہوں تو نفقہ غربیانہ واجب ہو گا۔ اور فتح القدير کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رانجی یہی ہے کہ شوہر کی حیثیت کو دیکھا جائے گا۔ اور اسی کے مطابق نفقہ واجب ہو گا⁸۔

ذخیرہ احادیث میں عرف کے استدلال میں عبد اللہ بن مسعود (م ۳۲ھ) کا قول پیش کیا جاتا ہے جو مو قوف حدیث کے درجہ میں ہے۔ مَا رَأَاهُ الْمُؤْمِنُ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ وَمَا رَأَاهُ الْمُؤْمِنُونَ فَيُحِلُّهُ عِنْدَ اللَّهِ قَبِيلٌ⁹ یعنی جس فعل کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور جس عمل کو مومن بر سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بر اہے۔

امام بخاری¹⁰ (م ۲۰۶ھ) نے عرف کے متعلق ایک باب قائم کیا ہے۔ ”باب من اجری امر الامصار على ما يتعارفون بينهم في البيوع“¹¹ اور استدلال میں قرآنی آیت ”وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْتُكُلْ بِالْمَعْرُوفِ¹²“ کو پیش کیا ہے اسی طرح امام بخاری کی روایت ہے کہ عمر بن الخطاب (م ۲۳ھ) کے دور خلافت میں قاضی شریح (م ۸۷ھ) نے سوت کاتنه والوں سے فرمایا۔ سنتکم بینکم۔ یعنی تمہارا دستور و طریقہ تمہارے اندر باقی رکھا جائیگا¹³۔

علمائے اصول نے ان ہی دلائل کی روشنی میں عرف و رواج کو معین رکھا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی¹⁴ (۹۱۱ھ) نے الاشواہ والنظائر میں قواعد فقہیہ کو ذکر کیا ہے جن میں چھٹے قاعدے کے تحت لکھا ہے ”العادۃ محکمة“¹⁵ یعنی عادت کو حکم اور قانون گردانا جائیگا۔ اسی طرح مجلہ الاحکام العدیۃ کی دفعہ نمبر ۲۵ میں درج ہے۔ ”التعین بالعرف كالعين بالنص“¹⁶ عرف کا تعین کردہ حکم نص کے تعین کردہ حکم کی طرح ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی¹⁷ (م ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں۔ ”العرف بمنزلة الاجماع عند عدم النص“¹⁸ نص معدوم ہونے کی صورت میں عرف اجماع کے درجہ پر ہے۔ صاحبہدایت نے بھی تصریح کی ہے۔ ”ومالم نص عليه فهو محمول على عادات الناس“¹⁹ اور جن معاملات میں نص وارد نہ ہو وہ لوگوں کے عادات پر محمول ہوں گے۔

مجلہ الاحکام العدیۃ کی دفعہ نمبر ۷۳ میں درج ہے۔ ”استعمال الناس حجة يجب العمل بها“²⁰ یعنی لوگوں کا دستور جلت ہے اور اس پر عمل واجب ہے۔

عرف و رواج تقریباً تمام فقهاء کے ہاں مستند ہے۔ لیکن اس کے لئے فقهاء نے چند شرائط بھی وضع کی ہیں۔ ڈاکٹر صبیحی محمصانی نے تقریباً پانچ شرائط ذکر کی ہیں جن میں اہم یہ ہے کہ وہ عرف قابل قبول ہے جو غالباً ہو اور عام تبولیت اسے حاصل ہو۔ اور سب سے اہم یہ ہے کہ یہ عرف نصوص شرعیہ سے متصادم نہ ہو¹⁹

عرف کے حوالے سے اہم بات یہ بھی ہے کہ ہر زمانے کے اپنے مخصوص حالات اور ضروریات ہوتی ہیں اور انہی ضروریات کو مد نظر رکھ کر کسی رواج کو اپنایا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر ایک ہی وقت میں مختلف علاقوں کے اندر عرف مختلف ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح زمانے کی تبدیلی کے ساتھ عرف کے اندر بھی تبدیلی لائی جاتی ہے۔ جیسا کہ مجلہ الاحکام العدلیۃ کی دفعہ نمبر ۳۹ میں درج ہے: لَا يُنْكُرْ تَعَيْرُ الْأَخْكَامِ بِتَعَيْرِ الْأَزْمَانِ²⁰ زمانے کی تبدیلی پر احکام کی تبدیلی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

امام شہاب الدین القرافی (م ۴۲۸ھ) لکھتے ہیں اہل قانون اور اہل فتوی جس اصل کے ہمیشہ پابند رہے ہیں۔ وہ زمان و مکان کے لحاظ سے عرف و عادات کی تبدیلی کو پیش نظر رکھنا ہے۔ جب کوئی نیا عرف راجح ہو جائے تو اس کی رعایت کی جاتی ہے اور جب کوئی عرف یا عادت ختم ہو جائے تو اس کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ ایک فتوے پر جامد رہنا کسی طرح درست نہیں۔²¹

اسلامی معيشت میں عرف کا استعمال:

اسلامی معيشت میں بیویات کے اندر عرف کو معترض مانا گیا ہے۔ اور اسی پر فتوے دیئے گئے ہیں ذیل میں چند مثالیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

بعض تعاطی: تعاطی کی لغوی معانی باہم لین دین کے ہیں۔ فقه کی اصطلاح میں بعض تعاطی ایسے معاملے کو کہتے ہیں جس میں فریقین یا ہر ایک زبان کے بجائے عمل کے ذریعہ رضامندی کا اظہار کریں²² مثلاً کسی چیز میں کی قیمت معروف ہو اور کوئی آکر غاموشی سے بالکن کو قیمت پکڑا کر چیز لے جائے تو یہ بعض جائز ہے²³

اسی طرح بعض میں شمن کا مطلق رکنا وہ سکھہ متصور ہو گا جو معروف اور راجح الوقت ہو۔ اور اگر کسی علاقے میں مختلف سکے اور کرنیساں راجح ہوں تو بعض صحیح نہیں ہو گی الایہ کہ تعین ہو جائے۔²⁴

جزاف: جزاف ناپنے، تو نے اور مقدار کا تعین کئے بغیر خرید و فروخت کرنے کو کہتے ہیں²⁵ اٹکل اور اندازے کے ساتھ بعض کرنا جائز ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول ﷺ کے عہد میں لوگوں کو جزا (اٹکل کے ساتھ) پیغ کرتے دیکھا ہے²⁶۔ اس میں شرط یہ ہے کہ بیچ اور شمن کی جنسیت مختلف ہو۔ اور ادھار بھی نہ ہو۔ کیونکہ حدیث الذهب بالذهب الخ میں نہیں وارد ہوئی ہے۔²⁷

گھر اور زمین کی بیع: گھر کے ساتھ مستقل جڑا ہوا سامان مثلاً دروازے وغیرہ بھی بیع میں شامل ہوں گے۔ اسی طرح زمین میں لگے ہوئے درخت بھی زمین کی بیع میں شامل ہوں گے۔ البتہ میوه جات اور فصل غلہ وغیرہ بالائے کے ہوں گے، الایہ کہ مشتری بیع کے وقت شرط لگادے کہ یہ بھی شامل ہوں گے²⁸۔

خیار عیب: بیع کا بے عیب ہونا عادۃ مرغوب اور عرفًا مطلوب ہے، تاجر وں کے ہاں بھی یہی معروف ہے کہ ہر وہ چیز تجارت میں عیب شمار ہو گی جو شمن میں کمی کا باعث ہو²⁹۔

شرط فاسدہ پر خرید و فروخت: بعض شرط فاسدہ تو ایسی ہیں جن کی حرمت، نصوص سے ثابت ہے۔ لیکن بعض شرط اگرچہ فاسد ہوں لیکن عرف عام کی وجہ سے ان کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً اگر کسی دکاندار سے اس شرط پر سامان خریدا کہ وہ اس کو اس کے گھر تک بھی لے جائے گا تو ظاہری طور پر یہ شرط فاسد ہے اور بیع فاسد میں داخل ہے۔ کیونکہ مشتری نے شمن کو سامان اور عمل دونوں کیلئے عوض بنادیا۔ جو کہ صفتیں فی صفة³⁰ ہو گیا، کہ حدیث کی رو سے منع ہے، ”نهی رسول اللہ ﷺ عن بیعتین فی بیعة³¹ کیونکہ شمن تو سامان کا عوض ہو گیا۔ اور عمل کیلئے الگ اجارہ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن یہاں ایک ہی شمن کے بدے میع اور اجارہ دونوں آگئے اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کپڑے والے دکاندار سے اس شرط پر کپڑا خریدے کہ بالائے اس کو سی کر دے گا۔ تو یہ بھی ظاہر ابیع فاسد ہے۔ کیونکہ ایک ہی بیع میں دو کام شامل ہوئے۔ لیکن اوپر کے دونوں مسائل کو تعامل الناس اور عرف کی وجہ سے جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔³²

اسی طرح ہمارے ہاں یہ معروف ہے کہ سبب یادو سرے پھلوں اور سبزیوں کو لکڑی کی پیٹیوں یا بوریوں کے ساتھ ہی فروخت کیا جاتا ہے۔ جو کہ بیع فاسد ہے لیکن عرف اسے بھی جائز قرار دیا جاسکتا ہے³³۔

بیع تولیہ: تولیہ کا لفظی معنی ہے کسی کو ولی بنا۔ اصطلاح میں تولیہ سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو جس قیمت پر خریدا جائے اس قیمت پر دوبارہ کسی اور کو فروخت کیا جائے یعنی عقد اول کی قیمت پر عقد ثانی میں بھی فروخت کیا جائے۔ عہد نبویؐ سے لے کر آج تک اس پر عمل ہوتا آ رہا ہے۔ اور اس پر نبی وارد نہیں۔ اور یہ لوگوں کی ضرورت بھی ہے کیونکہ بعض لوگ صحیح طریقہ سے خرید و فروخت نہیں کر سکتے اسی لئے وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جس قیمت پر پہلی مرتبہ خریدی گئی ہے اسی قیمت پر فروخت کی جائے³⁴۔ اور دلیل یہ ہے کہ ہجرت کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کی دوسواریوں میں سے ایک خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا اور فرمایا بالشمن یعنی جتنے کی قسم نے خریدی ہے۔ اتنا شمن دیکر فروخت کروں گا³⁵۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) اور امام محمد (۱۸۹ھ) کے نزدیک جس چیز کے کیلی³⁶ ہونے پر حضور ﷺ کا رشاد وارد ہوا ہو وہ کیلی ہی رہے گی اگرچہ لوگوں کا تعامل وزن کا ہو گیا ہو۔ اور جس چیز کو آپ نے وزنی قرار دیا ہو وہ وزنی ہی رہے گی اگرچہ

گوں کا تعامل کیل کا ہو گیا ہو لیکن امام ابو یوسف⁷ (م ۱۸۳ھ) کے نزدیک عرف اور عادةِ الناس کا اعتبار کیا جائیگا اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ گندم، جو، بکھور اور نمک کے متعلق آپ کا ارشاد کیل ہونے کا ہے اور سونے چاندی کے بارے میں آپ نے وزنی کا اعتبار کیا ہے جس کی وجہ سے امام اعظم⁸ کے نزدیک گندم، جو، یا بکھور بخنسہ کیل افروخت کرنا جائز نہ ہو گا۔ جبکہ امام ابو یوسف⁹ کے نزدیک عرف کی وجہ سے جائز قرار دیا جائیگا۔³⁷

زمانہ قبل از اسلام کے اندر لوگوں کے کئی رسوم و رواج تھے جن میں سے بعض کو بالکلیہ ختم کر دیا گیا۔ اور بعض کو افادہ عام کی خاطر باقی رہنے دیا گیا۔ مثلاً حمل کی بیع فاسد ہے۔ عبد اللہ بن عمر¹⁰ (۷۴ھ) کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے۔³⁸ حالانکہ زمانہ جاہلیت میں اس کا معمول تھا۔

رخصت استقدام کی بیع: یعنی ایک شخص اپنی کمپنی کیلئے یہ ون ملک سے کاریگر بلوانے کیلئے اپنی حکومت سے اجازت نامہ حاصل کر لے۔ اس اجازت نامے کو رخصت استقدام کہتے ہیں، اس اجازت نامے سے خود استفادہ کرنا جائز ہے لیکن اس کو فروخت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ کوئی مال نہیں اور بیع نہیں بن سکتا اسی لئے یہ بیع درست نہیں۔³⁹

استصناع (Manufacturing Contract)

استصناع عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی کسی چیز کو تیار کرنے کا حکم دینا ہے۔⁴⁰ اصطلاح میں استصناع ایک ایسی چیز پر کیا گیا عقد ہے جس کی صفات متعین ہوں اور ان صفات کے مطابق اس چیز کو بنانا مقصود ہو۔ فقهاء نے مختصر الفاظ میں اس کی تعریف یوں کی ہے۔ ہی عقد علی بیع فی الذمة شرط فیہ العمل۔⁴¹ یعنی کسی ایسی چیز پر عقد کرنا جو ذمہ میں ہو اور اس پر عمل کرنا مشروط ہو۔

چونکہ استصناع ایسا عقد ہے کہ اس میں چیز کے وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کا سودا ہو جاتا ہے۔ اگر تیار کنندہ چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے تو اس سے استصناع کا عقد کامل ہو جاتا ہے۔ چونکہ استصناع میں ایسی چیز کی بیع کی جاتی ہے جو انسان کے پاس نہیں ہے لذہ یہ بیع جائز نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حدیث میں ”مالیس عندا الانسان“ یعنی ایسی چیز جو انسان کے پاس نہیں ہے اس کی بیع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔⁴²

ڈاکٹر وصہبۃ الرحلی لکھتے ہیں: ”ویصح الاستصناع عند المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ علی اساس عقد السلم وعرف الناس“⁴³ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عقد استصناع بیع سلم کی اساس اور عرف کی بنیاد پر صحیح ہے۔

علماء احناف کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ویجوز عند الحنیفۃ استحسانًا للتعامل الناس وتعارفہم علیہ فی سائر الاعصار من غیر نکیر⁴⁴ علماء احناف استحساناً اس بیع کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ اس پر لوگوں کا تعامل آرہا ہے اور تمام زمانوں میں لوگ اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔

علامہ عینی (م 855ھ) فرماتے ہیں اگرچہ استصناع کے اندر معدوم چیز کی بیع ہوتی ہے لیکن لوگوں کے تعامل کی وجہ سے اسے حکما موجود سمجھا جائے گا۔ آپ لکھتے ہیں: ”ان المعدوم قد يعتبر حکماً أَمِّيَّةً مِّنْ حِلَالِ الْحُكْمِ كَالنَّاسِ لِتَسْمِيَةِ عَنْدِ الظَّبْحِ فَإِنِّي جَعَلْتُ مَوْجَدَةً لِعَذْرِ الْأَنْسَانِ وَالظَّهَارَةَ لِلْمَسْتَخَاضَةِ جَعَلْتُ مَوْجَدَةً لِعَذْرِ جَوَازِ الصَّلْوَةِ لِلْأَتِضَاعَفِ الْوَاجِبَاتِ فَكُلُّكُمْ الْمُسْتَصْنَعُ الْمَعْدُومُ جَعَلْتُ مَوْجَدَةً حِكْمَاتِ الْعَالَمِ النَّاسِ“⁴⁵ (یعنی کبھی کبھی معدوم چیز کو (انسان کے اعذار کے پیش نظر) حکماً موجود سمجھا جاتا ہے۔ جیسے ذبح کرتے وقت تسمیہ بھول کر ذبیحہ پاک ہے اور یوں سمجھا جاتا ہے کہ گویا حکماً تسمیہ موجود ہے۔ اسی طرح مستحاضہ اگرچہ ناپاک ہوتی ہے لیکن اس کی بجوری کے پیش نظر نماز کے وقت اسے حکماً پاک قرار دیا جاتا ہے۔ لہذا یہاں عقد استصناع میں لوگوں کی تعامل کی وجہ سے معدوم چیز کو موجود فرض کر لیا جائے گا۔

بیع سلم

بیع کی قسموں میں سے ایک بیع سلم ہے۔ اسے فقهاء کرام مختصر انداز میں بیع الاجل بالعاجل⁴⁶ کہتے ہیں۔ یعنی فوری چیز (قیمت) کے ذریعے بعد میں ملنے والی چیز بیع کو خریدنا۔ گویا قیمت نقد ہے اور پیچی جانے والی چیز موخر ہے۔ حدیث شریف سے بیع سلم کا جواز ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عباس[ؓ] سے روایت ہے: ”قدم رسول اللہ الٰہ مدینۃ الناس یسلفون فی الشمرِ العامِ والعامینِ“ اور قال: عامین او ثلاثة شک اسماعیل فقال: من سلف فليسلف في كيل معلوم وزن معلوم الى اجل معلوم“⁴⁷ اسی طرح امام ابو داؤدنے کھنی اس حدیث کو نقل کیا ہے⁴⁸ ”جب رسول اللہ مدینۃ منورہ تشریف لائے تو اس وقت لوگ ایک یادو سال یا فرمایادو یا تین سال (اسماعیل نامی راوی کوشک ہے) کے لئے چپلوں میں بیع سلم کرتے تھے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص بیع سلم کرے اسے چاہئے کہ متعین بینا نے، متعین وزن اور متعین مدت کے لئے کرے۔“

حدیث میں ذکور بیع سلم کے شرائط کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ دردیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ان يضبط المسلم فيه بعادته التي جرى بها العرف من كيل فما يکال كالحب أو وزن فيما يوزن كالسمن والعسل أو عدد فيما يعد كالزمان والبيض“⁴⁹

مسلم فیہ (خریدی ہوئی چیز) کو اس طریقے سے متعین کرنا ضروری ہے جس طرح اسے متعین کرنے کا عرف ہو، لہذا اپنی جانے والی چیز کا تعین ناپ کے ذریعے کیا جائے جیسے گندم۔ تول کر دی جانے والی چیز کا تعین تول کے ذریعے کیا جائے جیسے گھی اور شہد اور گن کر دی جانے والی چیز کا تعین شمار کر کے کیا جائے جیسے انار اور انڈے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہ رواج تھا کہ جو اور گیہوں (کیلی) ماپ کر فروخت کئے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا البر بالبر کیلاً بکیل و الشعیر بالشعیر کیلاً بکیل یعنی جو اور گیہوں بیکانوں سے ماپ کر ہی فروخت کئے جائیں، رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ طریقہ بدل گیا۔ جو اور گیہوں وزن کر کے فروخت ہونے لگے اور آج بھی وزن ہی کا رواج ہے۔ تو کیا یہ طریقہ حدیث مذکور کے مخالف ہونے کے سب سے قبل قبول نہ ہو گا؟ مسئلہ مذکورہ میں امام ابو حنفیہ⁵⁰ اور امام محمد⁵¹ کے نزدیک اس حکم شرعی کا اتباع واجب ہے نہ کہ جدید عرف کا۔ البتہ امام ابو یوسف⁵² کی رائے ان سے مختلف ہے۔ ان کے نزدیک استحساناً حکم شرع ترک کر دینا اور عرف کا اتباع ضروری ہے کیونکہ حکم شرع کا مطمع نظر عرف ہی تھا۔

محلہ کے فاضل شارح امام ابو یوسف کی رائے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علیٰ هذہ الراویۃ التفصیل، وہ وانہ عن دتعارض النص والعرف بینظر، فان کان النص مبنیاً علی العرف۔ فالاعتبار للعرف والافلحنص⁵⁰ امام ابو یوسف⁵² کی رائے کی تفصیل یہ ہے کہ نص شرعی اور عرف میں تعارض کے وقت دیکھا جائے گا اگر نص شرعی عرف و رواج پر مبنی ہو تو (عرف کی تبدیلی سے جدید) عرف کا اعتبار ہو گا اور اگر نص شرعی عرف پر مبنی نہ ہو تو عرف کا اعتبار نہ ہو گا۔

علامہ قرآنی (م 684ھ) مأکلی لکھتے ہیں: ”وَكُلْ مَا هُوَ فِي الشَّرِيعَةِ يَتَّبِعُ الْعَوَادِيَّتَ تَغْيِيرَ الْحُكْمِ فِيهِ عِنْدَ تَغْيِيرِ الْعَادَةِ إِلَى مَا تَقْتَضِيهِ الْعَادَةُ الْمُتَجَدِّدَةِ“⁵¹۔ شریعت کے وہ تمام احکام جو عرف و عادت پر مبنی ہو، عرف کے تغیر کے بعد نئے تقاضوں کے مطابق تبدیل ہو جائیں گے۔

علامہ ابن عابدین الشامی⁵² لکھتے ہیں:

”وَفَتاوَّهُمْ بِالْعَفْوِ عَنْ طِينِ الشَّارِعِ لِلضُّرُورَةِ وَبِيَعِ الْوَفَاءِ وَالاستِصْنَاعِ وَالشَّرِبِ مِنَ السَّقَابِ لَا بَيَانَ مَقْدَارِ مَا يَشْرِبُ وَدُخُولَ الْحَمَامِ بِلَا بَيَانِ مَدَدِ الْمَكْثِ وَمَقْدَارِ مَا يَصْبِبُ مِنَ الْمَاءِ وَاسْتِفْرَاضِ الْعَجَجِينَ وَالْخَبِيزِ بِلَا وزَنٍ وَغَيْرَ ذَالِكَ مَمَّا بَنَى عَلَى الْعَرْفِ وَقَدْ ذُكِرَ مِنْ ذَالِكَ فِي الْإِشَابَةِ مَسَائِلَ كَثِيرَةٍ (فِيهِذِهِ) كُلُّهَا قدْ تَغْيِيرَتْ أَحْكَامُهَا التَّغْيِيرُ الزَّمَانِيُّ الْمُتَجَدِّدُ لِلضُّرُورَةِ وَالْعَرْفِ وَالْمَالِ الْقَرَائِنِ الْأَحْوَالِ وَكُلُّ ذَالِكَ غَيْرُ خَارِجٍ عَنِ الْمَذْهَبِ لَا نَصِيبُ الْمَذْهَبَ لَوْ كَانَ فِي هَذَا الزَّمَانَ لِقَالَ بِهَا وَلَوْ حَدَثَ هَذَا التَّغْيِيرُ فِي زَمَانِهِ لَمْ يَنْصُ عَلَى خَلَافَةٍ⁵²

ضرورت کی بناء پر سڑک کے کچھ سے در گزر، بیچ الوفا⁵³ عقد استھنائ، پینے کی مقدار بتائے بغیر مشکیزہ سے پینا، ٹھہر لئے کی مدت بتائے بغیر حمام میں داخل ہونا اور اسی طرح پانی کی مقدار بتائے بغیر استعمال کرنا، بلا وزن کئے ہوئے روٹی اور گوندے ہوئے آٹے کا قرض لینا وغیرہ ان احکام میں سے ہیں جو عرف پر مبنی ہیں۔ اس قسم کے بہت سے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں، تو ان سب مسائل میں تغیر زمانہ کی وجہ سے احکام میں تغیر ہوا ہے یا تو ضرورت کی بناء پر یا عرف کی بناء پر اور یا قرائی احوال کی بناء پر، ان تمام مسائل میں مذہب سے خروج نہیں ہوا ہے، اس لئے کہ صاحب مذہب اس زمانے میں موجود ہوتے تو وہ بھی یہی کہتے اور اگر ان کے زمانہ میں عرف و روانہ کا یہ تغیر رونما ہو تو وہ بھی ایسا ہی کرتے۔

ایک اور جگہ علامہ ابن عابدین^{لکھتے ہیں:} ”وَفِي الْحَاوِيِّ سَيِّلٌ مُحَمَّدٌ بْنُ سَلَمَةٍ عَنْ أَجْرَةِ السَّمْسَارِ فَقَالَ: إِرْجُوا إِنَّهُ لَا يَأْسَ بِهِ وَإِنْ كَانَ فَاسِدًا فِي الْاَصْلِ لِكُثْرَةِ التَّعَالِمِ وَكَثِيرٌ مِنْ هَذَا غَيْرُ جَائزٍ، فَجُوزٌ لِحَاجَةِ النَّاسِ إِلَيْهِ كَدُخُولُ الْحَمَامِ“⁵⁴۔

حاوی میں ہے کہ محمد بن سلمہ سے سمسار کی اجرت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ اصل کے اعتبار سے فاسد ہے لیکن کثرت تعامل کی وجہ سے یہ عقد جائز ہے اس جیسے دیگر بہت سے معاملات قیاس کے تقاضے کے مطابق ناجائز ہیں، لیکن لوگوں کی ضرورت کی بنیاد پر انہیں جائز قرار دیا گیا ہے۔ جیسے حمام میں داخل ہونے کی اجرت۔

علامہ کاسانی^{لکھتے ہیں} شرکتہ الابدان⁵⁵ اور شرکتہ الوجہ⁵⁶ کے حوالے سے جواز پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ان الناس يتعاملون بغير النوعين فيسائر الأعصار من غير انكار عليهم من احد قوله عليه الصلة والسلام: لا يجتمع امتى على الصلاة“⁵⁷ بلاشبہ لوگ تمام زمانوں میں شرکت کی ان دونوں صورتوں کو اختیار کرتے رہے ہیں اور ان پر کسی نے نکیر نہیں کی اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، ”میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔“

لذر بغیر نکیر کے اس عقد کا رواج پذیر ہونا اس کے جواز کی دلیل ہے، امام ابوحنیفہ اور صاحبین کی نزدیک امامت اذان، تدریس اور دیگر امور دینیہ پر اجرت لینا جائز نہیں۔ چونکہ یہ سب کام عبادات میں سے ہیں اور عبادات خالص اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب لینے کی نیت سے انجام دینے چاہئیں۔ بعض روایات میں ایسے امور پر اجرت لینے پر وعید بھی آتی ہے۔⁵⁸ لیکن بعد کے دور میں جب حالات بدلتے ہیں۔ بیت المال سے اساتذہ کے جو وظائف مقرر تھے وہ موقوف ہو گئے تو متأخرین فقہاء نے رواج بدلتے ہیں جانے کے سبب اس قسم کی اجرت لینے کا فتوی دیا۔

برھان الدین مرغینانی^{لکھتے ہیں:} ”وَبَعْضُ مَشَائِخِنَا اسْتَحْسَنُوا الْاسْتِيْجَارَ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرآنِ الْيَوْمِ لَانْ هُوَ ظَهَرَ التَّوَانِي فِي الْأَمْرِ الْدِينِيَّةِ فَفِي الْأَمْتَانِ يُضَيِّعُ حِفْظَ الْقُرآنِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى“⁵⁹ ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم

قرآن کے لئے اجرت کو مستحسن قرار دیا ہے اس لئے کی دینی امور میں سستی پیدا ہو گئی ہے اس کی ممانعت میں حفظ قرآن کے ضیل عکا خدشہ ہے۔ اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

اسی طرح علمائے متاخرین کے نزدیک وقف شدہ جائیداد اور یتیم کی جائیداد کے غصب کرنے والے پر اس منافع کا تاوان بھی لازم ہو گا جو منافع مخصوصہ جائیداد سے حاصل ہوا ہو۔ حالانکہ یہ فتویٰ مذہب حنفی کے اس قاعده کے خلاف ہے۔ ولا یضمن الغاصب منافع ما غصبه⁶⁰ یعنی غاصب پر منافع کا تاوان واجب الادا نہیں۔ چونکہ یتیم کے بے بی اور اوقاف کا کوئی متعین مالک نہ ہونے کی وجہ سے اس کا قوی اندریشہ تھا کہ اس پر لوگ جری ہو جائیں گے لہذا فقهاء متاخرین نے یتیموں اور وقف شدہ جائیداد کے غصب کرنے والوں پر فائدہ اٹھانے کا تاوان بھی لازم قرار دیا۔

مجلہ کے فاضل شارح لکھتے ہیں: ”لکن المتأخرین افتوا استحساناً بضم المنافع في مال الوقف واليتم وما في حكمه كالصغير والمعنوي والمجنون لما شاهدوا اطماء الناس في مال الوقف واليتم“⁶¹۔ جب متاخرین علماء نے وقف، یتیموں، بچے، پاگل اور دیوانہ کے اموال میں لوگوں کی حرص دیکھی تو احسانًا اس بات کو جائز قرار دیا کہ غاصب کا مخصوصہ سے نفع اٹھانے کا تاوان وصول کیا جائے۔

حوالہ و مراجع

¹ عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید میش و تجارت، مقدمہ

² محمصانی، داکٹر صحی، فلسفہ تشریع اسلامی، (مترجم مولوی محمد احمد رضوی)، ص ۲۹۷

³ معلوم، لوئیس، المنجد فی اللغة، ص ۵۰۰

⁴ بلیلاوی، عبد الحفیظ، مصباح اللغات، ص ۵۳۵

⁵ سورۃ النساء، ۲۵

⁶ الرازی، امام فخر الدین، تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۶۲

⁷ البقرۃ آیت ۲۳۳

⁸ مفتی، محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۱، ص ۵۸۱

⁹ بغوی، حسین بن مسعود، شرح السنۃ، ج ۱، ص ۲۱۲

¹⁰ امام احمد، مسندا امام احمد، ج ۱، ص ۳۷۹

¹¹ بخاری محمد بن اسحاق عیل، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب من اجزی الامر الامصار علی مایتخار فون بیخشم فی البیوع، ج ۱، ص ۲۹۳

¹² سورۃ النساء، ۶

- 13 عینی، امام بدر الدین، عینی شرح صحیح بخاری، ج ۱۲، ص ۱۲
- 14 السیوطی، حافظ جلال الدین، الاشیاء والظاهر، ص ۱۳۰.
- 15 مجلہ الاحکام العدلیہ، ص ۲۱
- 16 ابن القحیم، محمد بن عبد الواحد، فیض القدیر، ج ۵، ص ۲۸۳
- 17 المرغینانی، علی بن ابی بکر، الہدایۃ، باب الربا، ج ۳، ص ۸۳
- 18 مجلہ الاحکام العدلیہ، ص ۲۰
- 19 محمصانی، ڈاکٹر صبحی، فلسفہ تشریع اسلامی، ص ۳۰۳
- 20 مجلہ الاحکام العدلیہ، ص ۲۰
- 21 قرافی شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس مصری، الاحکام فی تمیز الفتاوی عن الاحکام، ص ۶۷-۶۸
- 22 رحمانی، خالد سیف اللہ، قاموس الفقہ، ج ۲، ص ۲۷۵
- 23 الصاغری، شیخ اسعد محمد سعد، فقہ حنفی، ج ۲، ص ۲۷۔ (مترجم خالد محمود)، ج ۲، ص ۲۷
- 24 المرغینانی، علی بن ابی بکر، الہدایۃ، ج ۳، ص ۲۲
- 25 رحمانی، خالد سیف اللہ، قاموس الفقہ، ج ۳، ص ۹۹
- 26 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۳۸۷
- 27 الترمذی، ابو عیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، ابواب المیوع، ج ۱، ص ۲۳۵
- 28 الصاغری، شیخ اسعد محمد سعد، فقہ حنفی، ج ۲، ص ۳۳
- 29 الصاغری، شیخ اسعد محمد سعد، فقہ حنفی، ج ۲، ص ۲۳
- 30 یعنی ایک عقد ریجیمیں دو عقود پیچ.
- 31 الترمذی، ابو عیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، ج ۳، ص ۵۳۳
- 32 الصاغری، شیخ اسعد محمد سعد، فقہ حنفی، ج ۲، ص ۵۰
- 33 ایضاً
- 34 الصاغری، شیخ اسعد محمد سعد، فقہ حنفی، ج ۲، ص ۵۵
- 35 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج ۵، ص ۷۵
- 36 کیلی کا مطلب کسی چیز کو اپنے مخصوص پیمانہ پر خرید و فروخت کرنا
- 37 الصاغری، شیخ اسعد محمد سعد، فقہ حنفی، ج ۲، ص ۵۸
- 38 الترمذی، ابو عیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، ج ۱، ص ۲۳۲، و امام مسلم، صحیح مسلم، ابواب المیوع، ج ۵، ص ۳

- 39 الصاغری، شیخ اسعد محمد سعد، فقہ حنفی، ج ۲، ص ۵۳
- 40 الزبیدی، سید محمد رضا الزبیدی، تاج العروس، ج ۵، ص ۳۲۲، مادہ "صحن"
- 41 الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، بداع الصنائع، ج ۵، ص ۲
- 42 الشافعی، امام محمد بن ادريس الشافعی، کتاب الام، ج ۱، ص ۲۸۸
- 43 الزحلی، ڈاکٹر وحیۃ الزحلی، الفقہ الاسلامی وادلة، ج ۳، ص ۲۳۲
- 44 ایضاً
- 45 العین، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی، البناۃ شرح المحدثیۃ، ج ۳، ص ۲۱۲۔
- 46 شیخ زادہ، عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان، مجمع الانحر مع شرح ملتقی الامر، ج ۳، ص ۷۱۳
- 47 بخاری، محمد بن اسحاق بخاری، الجامع صحیح، کتاب اللہم باب اللہم فی کیل معلوم، ج ۱، ص ۲۹۸
- 48 ابوالاؤد، سلیمان بن اشعش البختیانی، سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی السلف، ج ۳، ص ۲۷۳
- 49 الدردیر، ابوالبرکات احمد بن محمد بن احمد الدردیر، شرح الصغیر، مصر، رار المعارف، ج ۳، ص ۲۷۶
- 50 البناۃ، رب تمباز للبناۃ، شرح الجبلیۃ، ص ۳۲، المادۃ ۳۶
- 51 قرآنی، شھاب الدین ابو العباس احمد بن ادريس قرآنی مصري، الاحکام فی تغیر الفتاوی عن الاحکام، ص ۲۷-۲۸۔
- 52 ابن عابدین الشافی، سید محمد امین الشافی، شرح عقور سم المفت، ص ۳۸
- 53 شہروں میں بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جتنا روپیہ قرض لینا یاد نہیا ہوتا ہے، مقروض اپنامکان قرض دینے والے کے ہاتھ اس شرط کے ساتھ فروخت کر دیتا ہے کہ وہ جب قرض ادا کرے گا تو اپنامکان و اپیں لے لے گا اور پھر وہ مکان بدستور اس کی ملک میں آجائے گا۔ فقهاء اس کو بیچ الوفا سے تغیر کرتے ہیں۔ ابن عابدین، سید محمد امین الشہیر بابن عابدین، رد المحتار، ج ۳، ص ۳۴۶
- 54 ابن عابدین، سید محمد امین الشہیر بابن عابدین الشافی، رد المحتار، ج ۲، ص ۳۶۴
- 55 شرکتہ الابدان کی حقیقت یہ ہے کہ دو یادو سے زائد افراد کوئی ایسا کار و بار شروع کریں جس میں لوگوں کے کام اجرت پر کئے جائیں اور جو کمائی ہو اس میں دونوں شریک ہوں۔ مثلاً دو روزی آپس میں اشتراک کر لیں کہ ہمارے پاس جو بھی کچھ آئے گا ہم اسے مل کر سیکھ گے اور جو اجرت ہوگی اسے آدھا آدھا تقسیم کر لیں گے اسے شرکتہ الابدان، شرکتہ الصنائع اور شرکتہ التقبل بھی کہا جاتا ہے۔ الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، بداع الصنائع ج ۲، ص ۵۶
- 56 شرکتہ الوجود کی حقیقت یہ ہے کہ شرکاء کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا وہ اپنی وجاہت اور تجارتی ساکھ کی بنیاد پر سامان ادھا رلاتے ہیں اور آگے فروخت کر کے نفع حاصل کرتے ہیں جو کہ شرکاء میں طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔ علماء احناف اور حنابلہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، جبکہ مالکیہ اور شوافع کے نزدیک یہ صورت جائز نہیں۔ القفال، سیف الدین ابو بکر بن احمد بن احمد الشاشی القفال، حلیۃ العلاء فی معرفۃ مذاہب الفقهاء، ج ۵، ص ۱۰۲
- 57 الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، بداع الصنائع، ج ۲، ص ۵۸

⁵⁸ الترمذی، ابو عیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی، سنن الترمذی، ابواب الصلوٰۃ، ماجاء فی کراہیۃ ان یأخذ المؤذن علی الاذان اجراً، ج ۱، ص ۳۰۹، والمرغینانی، برهان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، الحدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، ج ۲، ص ۳۰۱، والقزوینی، حافظ ابو

عبدالله محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، بیروت، دار الفکر، کتاب التجارات، باب الاجر علی تعلیم القرآن، ج ۲، ص ۱۲

⁵⁹ المرغینانی، برهان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، الحدایۃ، ج ۳، ص ۳۰۱

⁶⁰ ايضاً، ج ۳، ص ۳۸۱

⁶¹ الاتاشی، محمد خالد الاتاشی، شرح الحبلۃ، ج ۱، ص ۹۲